"Party is Over..."

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04-13-2013

یہ حقیقت ہے کہ آصف علی زرداری نے محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد پارٹی کے پلیٹ فارم سے جس طرح سیاست کی شطرنج کھیلی، اس نے پاکستان کے سیاسی گروؤں کو بھی حیران کر دیا۔ انہوں نے پہلے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے قیام تک حکمرانی کے بڑے بچے تلے فیصلے کیے۔ انہوں نے اقتدار کے لیے خاموش فیصلے کیے، یعنی انہوں نے اپنے فیصلوں کو اپنے سینے میں اس وقت تک چھپائے رکھا جب تک فیصلے پر عمل درآمد کا وقت نہ آیا۔ ان کے فیصلوں کو اگر تاریخ وار یعنی Chronologically دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی حکمرانی کے راستے متعین کرنے میں یقیناً ایسی ''غیبی قوتوں'' کو اختیار حاصل تھا جو پاکستان کے حالات، واقعات اور مستقبل پر مضبوط گرفت اور اختیار رکھتی ہیں۔

راقم نے پاکستان کے ایک اہم رہنما سے پوچھا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی پاکستان آمد، امریکہ کے تمام پالیسی ساز اور ان پر عمل درآمد کرنے والے اداروں کی سرپرستی میں ہوئی، یقیناً ایسے میں امریکی پالیسی ساز، پاکستان کے حوالے سے اگلے پانچ سالوں کا ایک سیاسی پلان طے کیے بیٹھے تھے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد امریکی پالیسی سازوں نے اس خطے اور پاکستان کے لیے کسی متبادل پلان کی منصوبہ بندی تو کی ہوگی اور جب محترمہ بے نظیر بھٹو اس جہانِ فانی اور پاکستان کی سیاست سے جسمانی طور پر مٹا دی گئیں تو انہوں نے ان کے شوہر اور پارٹی کے نئے شریک چیئرپرسن جناب آصف علی زرداری سے کب رابطہ کیا؟ اس رہنما کا جواب تھا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کے فوراً بعد۔ لہٰذا اگر ہم 27 دسمبر 2007ء کے بعد پاکستان کی حکمرانی کے فیصلوں کو غور سے دیکھیں تو یہ محسوس کیا جا سکتا ہے کہ فیصلوں کا اختیار کسی فیصلہ کن طاقت کے پاس تھا اور آصف علی زرداری نہایت چابک دستی سے ان فیصلوں کے مطابق مزید فیصلے کرتے رہے۔ ایسے میں اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کی مسلح افواج جو کہ روزِ اوّل سے خطے میں امریکہ کی اہم اتحادی ہیں، مگر اس کے تقریباً ڈیڑھ دہائی سے کئی اہم ایشوز پر اپنے اس عالمی اتحادی کے ساتھ اختلافات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ طاقت کے مقامی اور عالمی مرکز کی ایسی کشمکش میں آصف علی زرداری نے بحیثیت پارٹی شریک چیئرپرسن اور صدر، طاقت کے دونوں مراکز کے مابین کشمکش کو محسوس کرتے ہوئے اپنے کردار کا تعین وقت کے ساتھ کیا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دو ایسے مقام جب امریکہ اور پاکستان کی مسلح افواج کے درمیان اہم ایشوز پر ٹکراؤ ہوا تو آصف علی زرداری نے وقت کی نزاکت جانتے ہوئے فیصلے کیے۔ ایسے میں دو اہم مقامات سرفہرست ہیں، کیری لوگر بل کے ایشو پر آصف علی زرداری اور ان کی پارٹی کی حکومت شروع میں امریکیوں کے مؤقف کی طرف دار ثابت ہوئی۔ لیکن جب پاکستان کی مسلح افواج کے فیصلہ سازوں نے کیری لوگر بل کا کھل کر مقابلہ کیا تو آصف علی زرداری بحیثیت صدر اور سرپرستِ پی پی پی حکومت، یکدم سرنڈر کر گئے اور طاقت کے مقامی مرکز کی طرف اپنا جھکاؤ ثابت کر دیا۔

اسی طرح جب میموسکینڈل کا ایشوز عالمی سطح پر ابھرا کہ جس میں امریکی افواج کو ایسی دعوت دی گئی تھی جیسے ٹیکسلا کے راجہ نے سکندرِ اعظم کو اپنی سلطنت پر حملہ کرنے کی دعوت دی، اس موقع پر آصف علی زرداری کے ''رفیقِ کار'' حسین حقانی رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور پاکستان کے اقتدارِ اعلیٰ میں مداخلت کی دعوت دیتے نظر آئے۔ ایسے میں آصف علی زرداری کی صدارت اور ان کی پارٹی کی حکومت اپنے انجام کو

پہنچتی نظر آئی۔ اور اگر حقائق کا سراڈھونڈا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیسے ایوان صدر کے اندر خاموش کوڈیٹا اپنے آخری مراحل میں تھا۔ ایسے میں امریکی حکام نے حسین حقانی اور آصف علی زرداری کو خصوصی انتظامات کے تحت جدید ہیلی کاپٹر کے ذریعے عارضی جلاوطنی کروا کر ان کو محفوظ مقام پر پہنچایا اور اس عرصہ میں وہ متحدہ عرب امارات میں علاج کے لیے طویل دنوں تک قیام پذیر رہے۔ ایوانِ صدر میں کیا ہوا، اس کا جو سب سے بڑا گواہ تھا، وہ کچھ عرصے بعد سیاست کے منظر سے ہٹا دیا گیا اور اس کو پارٹی کا غیر وفادار قرار دے دیا گیا۔ لیکن حکمرانی کے اس سارے سنسنی خیز مرحلے کے بعد جب صدر مملکت واپس وطن لوٹے تو انہوں نے ایک بار پھر عالمی طاقت کے ذریعے مقامی طاقتوں سے اپنے اقتدار کی ضمانت حاصل کر لی اور ''احتیاطی تدبیر'' کے تحت آصف علی زرداری نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پایۂ تخت میں لینڈ نہیں کیا بلکہ انہوں نے ''احتیاطی تدابیر'' پر عمل کرتے ہوئے ''محروم سندھ'' کی راج دھانی میں کئی ہفتوں تک امورِ مملکت نمٹائے اور یوں دھیرے دھیرے ہمایوں اپنے پایۂ تخت کو دوبارہ واپس لوٹا۔ یہ ایام ایک ایسے رازداری لیے ہوئے ہیں کہ جب مؤرخ آنکھوں دیکھا حال لکھے گا تو لوگ حیران ہو جائیں گے کہ پاکستان ایک Proxy Coup d'etat کا کیسے شکار ہوا اور آصف علی زرداری کی ایوانِ صدر واپسی کا سفر کس قدر ایڈونچر بھرا تھا۔

آصف علی زرداری نے گزشتہ پانچ برسوں میں اقتدار اور حکمرانی کی میکاولین سیاست کے ذریعے لوگوں کو حیران تو کر دیا اور سیاست کے بڑے بڑے برزجمہر زمین پر چت بھی کر دیئے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ ان کی ''اقتدارانہ سیاست'' نے پاکستان کی عظیم الشان پارٹی، پاکستان پیپلز پارٹی پر جو اثرات مرتب کیے ہیں، وہ ناقابل بیان ہیں۔ ایک پارٹی جو پاکستان میں مزاحمت، جدوجہد، عوامیت، وفاقیت کی پہچان اور محکوم طبقات کی امید تھی، اس کی فی الحال یہ شناخت بالکل معدوم ہو گئی ہے۔ آصف علی زرداری نے حکومت کی سیاست میں یقیناً بڑے بڑوں کو چت کیا لیکن اس کے ساتھ ان کی پارٹی اپنی تاریخی شناخت کے بحران کا شکار ہو گئی۔ ہمیں یاد ہے کہ جب امریکہ اور مقامی طاقتی مراکز نے 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف لوگوں کو سڑکوں پر اکٹھا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور اپنی نیام میں اس سازش کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے لیے لاہور کے امریکی قونصل خانے کے ایک افسر نے اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے کے ایک اور اعلیٰ افسر کو ٹیلی فون کرتے ہوئے کوڈ الفاظ میں کہا، "Party is Over"۔ اس کو پی پی پی حکومت کے عہدیداروں نے ٹریس کر لیا۔ اس کے بعد 28 اپریل 1977ء کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے جہاں عالمی سازش کو بے نقاب کیا، وہیں یہ تاریخ ساز جملہ بھی کہا:

"Party is not over"

اور یہ پارٹی 5 جولائی 1977ء کے مارشل لاء، 4 اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو سولی پر لٹکائے جانے، ہزاروں کارکنوں کو جیلوں میں کوڑوں اور پھانسیوں اور تاحیات چیئرمین بے نظیر بھٹو کی ہلاکت کے بعد بھی ختم نہ ہو سکی لیکن حکومت اور اقتدار کے کھیل کے حیران کر دینے والے صدرِ مملکت نے آج اپنے سسر کی جماعت کو کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے؟ 2013ء کے ماہِ اپریل میں 36 سال گزرنے کے بعد لاہور کے امریکی قونصل خانے میں سی آئی اے کے کور کارندے کے یہ الفاظ راقم کے دماغ میں گونج رہے ہیں۔

"Party is Over..."